

(دوسرا قسط)

## ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لیے استعمال

احقر کے خیال میں شاعروں کا کسی چیز کو وجود میں لے آنا یا اپنے عمل سے کوئی چیز ظاہر کر دینا اس کی آج کل کی روز کی مثل یہ ہے کہ آٹو میک گاڑیاں ریموٹ کنٹرول سے دور کھڑے ہو کر ہی لاک بھی کی جاتی ہیں اور لاک کو ہلو بھی جاتا ہے لاک کے کھولنے اور بند کرنے میں شاعروں کا ہی عمل دخل ہوتا ہے اسی طرح ٹی وی کو چالو کرنے اور بند کرنے کے لئے بھی اسی قسم کا آلم استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ آلم چالو اور بند کرنے والے کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور ٹی وی سے کچھ فاصلہ پر ہوتا ہے۔ اس میں بھی اسی ریز (شاعروں) کی کارستانی ہوتی ہے۔ شاعروں کے عمل دخل کے معاملات تو بہت ہوں گے انہیں اہل سائنس زیادہ اچھی طرح بتاسکتے ہیں، ویسے شعاعی تھیاروں (ریزربووں) کا تذکرہ اخباروں میں گاہے بگاہے آتا رہتا ہے۔

(۷) ٹی وی میں آنے والی تصویروں کا براہ راست تعلق شاعروں سے ہوتا ہے ان چیزوں سے نہیں ہوتا جن کی شعایں ہیں۔ ۷ دی مرکھ پ جائے، چیزیں تباہ و برآباد ہو جائیں، ٹی وی کو ان سے لینا دینا نہیں۔ اگر شعایں فیتے میں موجود ہیں اور ان کا رابطہ ٹی وی سے قائم ہو گیا تصویر آ جائے گی۔

(۸) گویا ٹی وی میں آنے والی تصویر کے سلسلہ میں اصل وہ اشخاص اور ممتاز نہیں ہیں بلکہ ان کی ریز (شعایں) ہیں یہ تصویریں انہی شاعروں کے تابع ہیں اگر شعایں بذریعہ میں، ٹی وی سے مربوط ہیں تو ٹی وی میں تصویر آ جائے گی۔ مربوط نہیں ہے تو تصویر نہیں آ جائے گی اور جب تک مربوط رہیں گی تب تک تصویریں آئیں گی اور رابطہ ختم ہوتے ہیں تصویریں غائب ہو جائیں گی۔

(۹) اس اعتبار سے ٹی وی کی تصویریں شاعروں کا عکس قرار پاتی ہیں یعنی ناپائدار اور وقتی تصویریں۔ شعایں ٹی وی سے مربوط ہیں تو تصویر بھی ہیں مربوط نہیں ہیں تو تصویریں بھی نہیں ہیں۔

رقم الحروف کا خیال ہے کہ آخری تیوں تحریروں (۷، ۸، ۹) کو ملانے سے حضرت مولا نا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی علیہ الرحمۃ کا اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

”یہ تصویر تابع اصل نہیں بلکہ اس سے بالکل بے تعلق اور بے نیاز ہے، کتنے ہی لوگ ہیں جو مرکھ گئے، دنیا

میں ان کا نام و نشان نہیں مگر ان کی متحرک تصویریں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ ہیں۔“ (حسن الفتاویٰ ۳۰۲/۸)

پہلی بات تو یہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں کوئی تصویر محفوظ نہیں ہوتی، نہ متحرک، نہ غیر متحرک، کیونکہ ویڈیو کیسٹ تصویر رکھنے کی چیز نہیں بلکہ ریز اور شاعروں کو محفوظ رکھنے کی چیز ہے۔

دوسرا بات یہ ہے کہ ٹی وی کی تصویر بھی تابع اصل ہے لیکن یہاں اصل کون ہے؟ اسی کو سمجھنے میں غلطی ہو رہی ہے۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اشخاص و افراد کو اصل سمجھا ہے جبکہ اصل یہاں اشخاص و افراد یا مناظر نہیں بلکہ انکی ریز (شعاعیں) ہیں۔ ڈی وی کی تصویریں انہیں شعاعوں کی تبدیل شدہ شکل ہے اسی لئے ڈی وی کی تصویریں کا تعلق اشخاص و افراد کے مر نے جیسے یا موجود رہنے نہ رہنے سے نہیں بلکہ ان کی محفوظ شعاعوں کے رہنے نہ رہنے سے ہے۔ آدمی غائب ہے شعاعیں فیتنے میں موجود ہیں ان کا رابطہ ڈی سے ہو گیا، تصویر آئے گی اور یہ سراسرا ایک ناپاندار اور قیمتی تصویر ہو گی جو رابطہ ختم ہوتے ہی ختم ہو جائے گی، جیسے عکس جیز کا ہوتا ہے اس کے بہتے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا حسن الفتاوی کے اسی فتوے کی یہ عبارت:

”تصویر کسی چیز کا پاندار اور محفوظ نقش ہوتا ہے، عکس ناپاندار اور نقش ہوتا ہے“ (حوالہ مذکورہ)

سے ڈی وی کی تصویریں کا حقیقتہ اور اصطلاحاً فوٹو تصویر ہونا منعدم ہو جاتا ہے کیونکہ ناپاندار اور قیمتی تصویر حقیقتہ اور اصطلاحاً تصویر نہیں کہلاتی۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:

”صرف اتنی سی بات کو لے کر کہ ویڈیو کے فیتنے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی، تصویر کے وجود کا انکار کردیا کھلا مغالطہ ہے“  
لیکن احقر کو حضرت مفتی صاحب کی اس تحریر میں ہی غلط فہمی نظر آتی ہے۔ مغالطہ یہ ہے کہ ڈی وی کی تصویریں کو عکس قرار دینے والے یہ نہیں کہتے کہ ”ویڈیو کے فیتنے میں ہمیں تصویر نظر نہیں آتی“ بلکہ ان کا کہنا ہے کہ ویڈیو کے فیتنے میں تصویر ہوتی ہی نہیں، ویڈیو کے فیتنے میں کہیں پر بھی فوٹو اور تصویر کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ صرف ریز و شعاعوں کا وجود ہوتا ہے۔ جونہ دکھائی دیتی ہیں اور نہ جن کی کوئی صورت و شکل ہی ہوتی ہے کسی چیز کا نظر نہ آنا اور سرے سے موجود نہ ہونا۔ دونوں میں بہت بُراق ہے۔

حضرت مفتی صاحب کہتے ہیں:

”اگر یہ منطق تسلیم کری جائے کہ فیتنے میں تصویر محفوظ نہیں بلکہ معدوم ہے اور ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقش ڈی وی اسکرین پر جا کر تصویر بگاتے ہیں تو اس لامحاص تقریر سے اصل حکم پر کیا اثر پڑا۔ تصویر محفوظ مانے کے تقدیر پر ڈی وی صرف تصویر نمائی کا ایک آلہ تھا۔ اب تصویر سازی کا آلہ بھی قرار پایا کہ صرف تصویر دکھانا ہی نہیں باتا بھی ہے اب تو اس کی مقابحت دو چند ہو گئی۔ یک نہ شد و شد“

اس تحریر میں بھی مغالطہ ہے ”ویڈیو کیسٹ میں محفوظ نقش“، ”نہیں بلکہ“، ”ویڈیو کیسٹ میں محفوظ شعاعیں“، ”ڈی وی اسکرین پر جا کر تصویر بنادیتے ہیں“، ”نہیں بلکہ“ ”تصویر میں بدلتی ہیں“، ”لہذا ڈی وی تصویر سازی کا آلہ تو ہو انہیں البتہ تصویر نمائی کا آلہ ضرور ہے لیکن ناپاندار اور وقتی تصاویر دکھاتا ہے نہ کہ پاندار اور قائم مستقر تصاویر۔ کیونکہ ڈی وی سے لے کر ویڈیو کیسٹ تک پاندار وقتی تصاویر کا کوئی وجود نہیں ہے۔

اب آئیے! حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کی دلیل کی طرف وہ فرماتے ہیں:

”ڈی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ جو تصویریں لیتا ہے وہ اگرچہ غیر مرئی ہیں لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے اور اس کوئی وی پر دیکھا اور دکھایا جاسکتا ہے۔“

ٹی وی اور ویڈیو فلم کا کیمرہ کوئی تصویر نہیں لیتا بلکہ سامنے والی چیزوں کی شعاعوں کو شیپ و جذب کر لیتا ہے۔ اور شعاعیں ایسی چیزوں نہیں جنہیں دیکھا جاسکے۔ لہذا تصویر کو موجود ماننا اور اسے غیر مرئی کہنا صحیح نہیں۔ اسی طرح یہ جملہ ”لیکن تصویر بہر حال محفوظ ہے، غلط فہمی پر ہے۔“ وہاں تصویر موجود نہیں تو محفوظ ہونا کیا معنی؟ ٹی وی پر جو چیز دیکھی اور دکھائی جاتی ہے وہ شعاعیں ہوتی ہیں جو بدلتے جاتے ہیں اور جس چیز کی شعاعیں ہوتی ہیں، شعاعیں بدلتے جاتے ہیں۔ اس کام میں سارے اعمال دخل ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ کے آلات کا ہوتا ہے۔

ٹی وی کی تصویروں کا معاملہ صورالخيال (خیال کی تصویر) جیسا بھی نہیں۔ کیونکہ موسوعہ فقیہ کے بیان کے مطابق ”تماشہ دکھانے والے ورق سے اشخاص کی تصویریں کاٹ لیتے تھے، پھر انہی کو چوٹے ڈنڈے پر روک کر چڑاغ کے سامنے رکھ کر دکھاتے تھے تو اس کا سایہ سفید پر دھخل جاتا تھا اور تماشائیں کو پوری تصویر دکھائی دیتی تھی جو حقیقت میں تصویر کی تصویر ہوا کرتی تھی۔ پہلی تصویر ورق کے ذریعہ دوسری تصویر ورق کے سایہ کے ذریعہ۔

صورالخيال کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں پہلے سے ایک تصویر ورق سے کاٹ کر بنائی جاتی تھی جبکہ ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ میں پہلے سے کوئی تصویر موجود نہیں ہوتی۔

علامہ شامیؒ نے صورالخيال کے ناجائز ہونے کی وجہ خود ہی لکھ دی کہ لأنها تبقی معہ صورۃ تامة (اس لیے کہ اس کے ساتھ مکمل تصویر باقی رہتی ہے)

اسی طرح ٹی وی کے ماہرین کی طرف منسوب یہ بات بھی تجھب خیز اور محتاج ثبوت ہے کہ:

”ماہرین کا کہنا ہے کہ موسیارہ اور موظاں کی مدد سے بذریعہ مشین (کیمرہ) پہلے پروگراموں کو میں تصویر پر محفوظ قائم کر لیا جاتا ہے۔ پھر مشین کے بذریعہ میں کاست کر کے ٹی وی تک پہنچایا جاتا ہے لیکن پھر بھی اولاد تصویر کشی ہوتی ہے،“ ”مع تصویر محفوظ و قائم کر لیا جانا اور اولاد تصویر کشی ہونا،“ کون سے ماہرین کہتے ہیں، ان کا نام لکھنا چاہیے۔ ماہرین تو شعاعوں کے جذب و شیپ کرنے کی بات کرتے ہیں آخر ٹی وی کے وہ کون ماہرین ہیں جو کہتے ہیں کہ ”پہلے پروگراموں کو میں تصویر محفوظ و قائم کر لیا جاتا ہے، یا یہ کہ اولاد تصویر کشی ہوتی ہے۔“

اگر اس میں تصویر محفوظ ہوتی ہے تو طاقتوں سے طاقتوں اور حساس سے حساس خود میں سے بھی نظر کیوں نہیں آتی۔ پوری نظر نہ آئے کچھ نقصش یہی نظر آ جائیں مگر ایسا بھی نہیں۔ بہر حال ماہرین کا نام لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر یہ دعویٰ محض دعویٰ ہے اور یہ استدلال:

”ٹی وی پر جو کچھ نظر آتا ہے وہ محض سایہ ہے کیونکہ اگر محض سایہ ہوتا تو پروگرام کے ختم ہونے کے بعد اس کو دیکھنے کا امکان باتی نہ رہتا۔“

میں کوئی مضبوط استدلال نہیں، کیونکہ جب پروگرام کے ریز جذب کر لیے گئے تو اصل نیتیت اب ریز (شعاع) کی ہو گئی۔ پروگرام اگر چہ ختم ہو جائے لیکن ترتیب سے شعاعیں جذب کی گئی ہیں، شعاعوں کا تعلق جو نبی ٹی وی سے قائم ہو گا اسی

ترتیب سے پوگرام پھر کھائی دینے لگے گا اور یہ شاعری غیر مرتب ہوتی ہیں۔ ان کی کوئی شکل و صورت بھی نہیں ہوتی، تفصیل پار بارگز رچکی ہے۔

ایک اشکال جو رقم المحرف کے ذہن میں پیدا ہوا اس کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ عکس ذی عکس کے مشابہ ہوتا ہے۔ مل (سایہ) صاحب ظل کے مشابہ ہوتا ہے پھر آخر یہاں ٹوئی کی تصویریں جو کہ محفوظ شاعروں کا عکس قرار دی جا رہی ہیں، وہ شاعروں کے مشابہ کیوں نہیں؟

یہ ایک باریک نکتہ ہے۔ اہل سائنس ہی حل کر سکتے ہیں، ان دونوں میں مشابہت و ماثلت کا کیا انداز ہے اسے بس وہی بتاسکتے ہیں۔

البته حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی کے ایک جملہ سے رقم کو اپنا اشکال حل ہوتا نظر آیا۔

حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”آلات جدیدہ کے شرعی احکام“ کے ص ۱۵۰ پر عکس کو صاحب عکس کا ”عرض“ فرمایا ہے اور ”عرض“ اور ”جوہر“ میں ماثلت ضروری نہیں۔ (۹)

الموسوعۃ الفقہیہ میں ٹلی و یڑن کی تصاویر کو مانند عکس و سایہ غیر دائم تصویریں میں کیا گیا ہے۔

وَمِنَ الصُّورِ غَيْرِ الدَّائِمَةِ الصُّورِ التَّلِيفِزِيَّوْنِيَّةِ فَإِنَّهَا تَدُومُ مَادِمًا الشَّرِيطَ

متاخر کافاً ذا وقف انتهت الصورة۔ (۱۰)

نماپاکدار تصاویر میں سے ٹوئی کی تصاویر میں کیونکہ جب تک کیسٹ چلتی رہتی ہے تصاویر رہتی ہیں اور جب کیسٹ بند ہو جاتی ہے تصاویر ختم ہو جاتی ہیں۔

یہ عبارت اس بحث کی ابتداء میں عکس و سایہ کے عنوان کے تحت گزرچکی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کفار نے کرام عکس و سایہ کی بحث پر ایک نظر پھرڈاں لیں اس طرح تصویری کی جو تعریف ہے اسے بھی ذہن میں رکھیں۔

کوئی چیز آلمہ میں موجود ہے نظر نہیں آتی، اس کا حکم حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ایک سوال کیا گیا:

”فَوَلُوْگُرَانِيْ جَوَایِکَ آلِنِ الصَّوْتِ هُوَ اس میں تقاریر، نغمات، موسيقی اور قرآن سے رووعات قرآن مجید کی آواز

میں ایک خاص ایجاد سے بند کی جاتی ہیں..... یہ امر قابل گذراش ہے کہ جس آلہ سے اس کی پلیٹ پر صوت پر

بھری جاتی ہے اس سے اس کی پلیٹ پر کچھ خطوط و دوائر کے طور پر بن جاتے ہیں اور جب اس کی میشین چلائے

(۹) ”عرض“ اور ”جوہر“، فلسفیانہ اصطلاحیں ہیں جو ہر اس کو کہتے ہیں جو بذاتہ قائم ہو۔ اپنے قائم ہونے میں کسی دوسرے کا محتاج نہ ہو، جیسے اجسام وغیرہ جو ہر کو عین بھی کہتے ہیں اور عرض، اسے کہتے ہیں جو بذاتہ قائم نہ ہو بلکہ اپنے وجود و قیام میں کسی دوسرے (مثلاً جوہر) کا محتاج ہو، جیسے الوان، حرارت و بردودت، حرکت و سکون وغیرہ۔ یہاں فلسفیانہ اصطلاحوں سے دامن پھایا نہیں جاسکتا، کیونکہ زیر بحث مسائل سائنسی ایجادات کا نتیجہ ہیں اور فلسفہ کی ایک قسم ”ریاضیات“ میں سائنس داخل ہے۔

(۱۰) الموسوعۃ الفقہیہ ۹۳/۱۲

جاتی ہے تو اس کا ایک پر زہ جس کے آخر میں ہیرے کی کنی گلی ہوتی ہے وہ کنی ان دو اسر پر گشت کرتی ہے اور اس سے صوت پیدا ہوتی ہے وہ خطوط آپس میں کچھ ممتاز نہیں معلوم ہوتے، بلکہ ہر پلیٹ پر خطوط یکساں سے معلوم ہوتے ہیں ممکن ہے کہ فی الواقع کچھ تباہی ہو لیکن محسوس نہیں ہوتا، چلانے والے کو یاد رکھنا پڑتا ہے کہ اس کیست پر فلاں چیز مقتضی ہے اور اس پر دوسری چیز، پس ان نقوش کا کیا حکم ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ چونکہ یہ آللہ ہو ہے، نہ تذکر، اس نے بھرنا اور سننا خلاف ادب قرآنی ہے، لیکن اگر کوئی بھردے تو اس پلیٹ کا بغیر و ضو کے چھوٹا جائز ہے یا نہیں؟ اور تعریف قرآن کی اس پر صادق ہے یا نہیں.....؟ اخ

حضرت تھانویؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

”ان نقوش میں جب تک پڑھے جانے کی صلاحیت ثابت نہ ہو، حروفِ کتبہ کے حکم میں نہیں۔ اس لیے ان کا مس کرنا محدث و حجب کو جائز ہے، جیسا دماغ میں ارتسام الفاظ قرآنیکا ہوتا ہے اور اس دماغ کا مس کرنا جائز ہے۔ البتہ اگر وہ پڑھے جانے لگیں تو اس وقت دلالت وضعیہ غیر لفظیہ کی وجہ سے ان کو حکم حروفِ کتبہ کا دیا جائے گا یہ حکم تو نقوش کا ہے اور جو آواز اس سے نکلتی ہے وہ تلاوت نہیں ہے بلکہ نقل اور عکس تلاوت کا ہے، مشابہ صوت طیر اور صدا کے لیں اس کا حکم بھی تلاوت کا سامنہ ہو گا۔ مثلاً بنا بر روایت در مختار وغیرہ اس کے استعمال سے سجدہ تلاوت واجب ہو گا.....“ اخ (۱۱)

اس سوال و جواب سے ویڈیو یوکیسٹ اور ڈی کام معاملہ بھی حل ہوتا نظر آتا ہے جو چیز حقیقت میں کسی آللہ میں موجود ہو لیکن دکھائی نہ دے محسوس و مشاہدہ نہ ہو، اس پر وہ حکم نہیں لگ سکتا جو اس کے وجود خارجی اور محسوس و مشاہدہ ہونے کی صورت میں لگتا۔ لہذا وڈیو یوکیسٹ کی غیر مرئی تصاویر (شعاعوں) پر حقیقی تصاویر کے احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ ندان پر وہ وعیدیں صادق آئیں گی جو حقیقی تصاویر سے متعلق ہیں۔ البتہ اگر وہ پروگرام ہی میکرات پر مشتمل ہو تو منکرات کی وعیدیں اس پر صادق آئیں گی۔

**قابل غور پہلو:**

- (۱) حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے ٹیلی ویژن کی تصاویر کی جو تین فسمیں بیان فرمائی تھیں ان میں سے دوسری اور تیسرا فسم میں ان تصویروں کا حقیقی و اصلاحی تصویر ہونا ثابت نہیں ہوا۔ البتہ پہلی فسم بلاشبہ تصویر ہی کی ہے یعنی یہ کہ ”لی وی پر ایک چیز دکھائی جائے جو پہلے سے تصویر کی شکل میں موجود ہے، اس کو بڑایا چھوٹا کر کے ڈی کی اسکرین پر دکھایا جا رہا ہے۔ اسکے تصویر ہونے میں کوئی شب نہیں۔ اس نے اس کو دیکھنا حرام ہے اور اس کا وہی حکم ہے جو تصویر کا ہے۔“ (۱۲)
- (۲) ویڈیو یوکیسٹ کے علاوہ ایک چیزی ڈی بھی ہے۔ اس میں بھی ریز (شعاعیں) ہی ہوتی ہیں، تصویر کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔ لہذا یہی کا حکم بھی ویڈیو یوکیسٹ جیسا ہے۔ (سی ڈی کو کمپیوٹر میں ڈال کر یا سی ڈی پلیئر میں ڈال کر ڈی کی طرح دیکھا جاتا ہے)۔

(۱۱) امداد الفتاوی ۲۲۳/۲

(۱۲) درس ترمذی ۳۵۱/۵

## ٹی وی: ذریعۃ املاں غذ کہ آئہ لہو و لعب:

ریڈیو اور ٹی وی دولتی جلتی چیزیں ہیں۔ دونوں کے پروگراموں کی نوعیت بھی تقریباً یکساں ہے۔ فرق یہ ہے کہ ریڈیو میں تصویر نہیں آتی۔ ٹی وی میں تصویر آتی ہے۔ اس لیے ریڈیو کے بارے میں مفتیان کرام کی کیا آراء ہیں؟ انہیں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ان کی روشنی میں ٹی وی کی حیثیت بھی معین کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

”ریڈیو کا استعمال اگرچہ عام حکومتوں اور عوام کی بدمقابی سے مغرب اخلاق اور غیر مشروع چیزوں میں زیادہ کیا جا رہا ہے لیکن خبروں اور دوسری مغاید اور جائز معلومات کا درجہ بھی اس میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے اس کا حکم بھی وہی ہے جو قسم دوم کے آلات کا ہے کہ جائز کاموں میں اس کا استعمال جائز اور ناجائز کاموں میں ناجائز ہے اور اس کی صنعت و تجارت مطلقاً جائز ہے بشرطیکہ اپنی نیت جائز کاموں کی ہو اگر چہریدنے والا اس کو ناجائز میں استعمال کرے۔“ (۱۳)

غور کیجئے! حضرت مفتی صاحب نے ریڈیو کے متعلق حکم بیان کرنے سے پہلے جو تین ابتدائی سطریں لکھی ہیں اگر ریڈیو کی جگہ ٹی وی رکھ دیا جائے تو کیا وہی سطریں ٹی وی پر صادق نہیں آ جائیں گی؟

بہر حال مفتی صاحب نے ریڈیو کا حکم بیان کرتے ہوئے قسم دوم کے آلات کے حکم کا جو تذکرہ کیا ہے، وہ مذکورہ عبارت سے ایک صفحہ پہلے ”آلات و ایجادات جدیدہ کے احکام“ کے عنوان کے تحت یوں ہے:

”جو آلات جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ناجائز میں بھی۔ جیسے جنگی اسلحے کے اسلام کی تائید و حمایت میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ مخالفت میں بھی یا ٹیلی فون، ہتار، موڑ، ہوائی چہاز ہر قسم کی جائز و ناجائز عبادات و معصیت میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ ان کی ایجاد، صنعت و تجارت جائز کاموں کی نیت سے جائز ہے اور ناجائز کاموں میں ان کا استعمال بھی جائز ہے۔ حرام اور معصیت کی نیت سے بنایا جائے یا اس میں استعمال کیا جائے تو حرام ہے۔“

تقریباً یہی رائے حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب کی بھی ہے۔ (۱۴)

بعینہ یہی صورت حال ٹی وی کی بھی ہے۔ لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا۔ ٹی وی میں چونکہ تصویر آتی ہے، اس لیے ریڈیو کی بہ نسبت ٹی وی کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ الہماٹی ٹی وی کی تصویروں کے متعلق شرعی نقطہ نظر سے بحث و تحقیق کی جانی چاہیے لیکن ریڈیو کی طرح اسے بھی آلات لہو و لعب میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ ٹی وی کا ”فی نفسہ شر“ نہ ہونا حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ کو بھی تسلیم ہے:

(۱۳) آلات جدیدہ کے شرعی احکام۔ ص ۲۸

(۱۴) فتاویٰ رجیبہ۔ ۲۶۹/۲

”اگر کسی وقت ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو اور وہ وٹی وی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر اسے موجودہ منکرات سے پاک کر دے۔ ٹی وی میں عورتوں کا گزرنا ہو، کسی جاندار کی تصور یہی پیش نہ کی جائے۔ اس کا پورا عملہ صالح مردوں پر مشتمل ہو جو اسے عوامی خواہشات کے تابع رکھنے کے بجائے مفید مقاصد میں استعمال کرے۔ استعمال کی مخصوص حدود و شرائط وقت کے محقق سے طے کرائے تو دریں حالات ٹی وی واقعی آلهٰ خیر بن جائے گا اور علماء کو اس پر کوئی اعتراض نہ رہے گا۔ مگر بحالت موجودہ یہ قطعاً آللہٗ شری ہے اور اس کے قلب ماہیت کے دور دور تک کوئی آثار نظر نہیں آتے۔“ (۱۵)

بہر حال ٹی وی ان چیزوں میں سے ہے جس کے بارے میں فقہی اصطلاح میں کہا جاسکتا ہے کہ:

**مالاتقوم المعصية بعینه ”معصیت اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں۔“**

یعنی اصل شے میں معصیت نہیں۔ معصیت استعمال اور خارجی اسباب سے پیدا ہوتی ہے۔ اب وہ عب میں اس کا استعمال بھی خارجی عناصر میں سے ہے۔

اب عالم عرب کی ایک معروف و مشہور شخصیت علامہ یوسف القرضاوی کی رائے بھی ملاحظہ کیجیہ:

”ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبار اور میگزین کی طرح ہے۔ یہ ساری چیزوں کچھ اغراض و مقاصد کی تکمیل کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں۔ نہ تم انہیں حلال کہہ سکتے ہوئے حررام۔ ان کی حلت و حرمت کا مداران چیزوں پر ہے جن کا ان سے کام لیا جا رہا ہے اور جو پروگرام اور جو چیزیں ان پر پیش کی جا رہی ہیں..... جیسے تلوار، جاہدہ کے ہاتھ میں ہو تو جہاد کا ایک بڑا تھیار ہے اور ڈاکو کے ہاتھ میں حرم کا ایک سامان..... پس شے کا حکم اس کے استعمال کے اعتبار سے ہو گا اور وسائل ہمیشہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے حلت و حرمت کا حکم رکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ٹیلی ویژن، فکری، نفسی و اخلاقی اور جماعتی تغیر و ترقی کا زبردست وسیلہ بن جائے۔ یہی حال ریڈیو اور اخبار کا بھی ممکن ہے کہ فساد و بکاڑ اور تخریب کاری کا بڑا سامان بن جائے۔ یہ سب ٹیلی ویژن کے طریقہ استعمال، پروگرام اور اس سے نشر کی جانے والی چیزوں کی نوعیت پر منحصر ہے۔“ (۱۶)

فقہائے عظام کی تحریروں سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے بعض وقت ابوبکر کے خالص آلات کی بھی، یہی مقاصد کے لیے استعمال کی اجازت دی ہے۔

دریختار میں ہے: *ومن ذلک ضرب النوبة للتفاخر فلول للتبه فلا يأس به* (۱۷)

ملاءہی میں سے تفاخر کے لیے ڈھول بجانا ہے اور اگر آگاہی کے لیے بجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

(۱۵) احسن القضاوی۔ ۲۰۲/۸

(۱۶) فتاویٰ معاصرہ۔ ۲۹۷/۱

(۱۷) الدرالثار۔ ۲۲۷/۵ کتاب الحظر والاباحت

”اس سے اس بات کا پتا چلتا ہے آلہ الہ بذات خود حرام نہیں بلکہ جب اس سے لہو کا قصد ہو تو حرام ہے اور یہ قصد خواہ سننے والے کی طرف سے ہو یا جو اس کے ساتھ مشغول ہو اس کی طرف سے ہو۔ اضافت اسی بات کو بتاتی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اسی آلہ کا بجانا سننے والے کی نیت کے مختلف ہونے سے، کبھی حلال ہوتا ہے کبھی حرام؟ اور امور کا اعتبار ان کے مقاصد کے اعتبار سے ہوتا ہے۔“ (۱۸)

الامور بمقاصدہا (امور کا مداران کے مقاصد پر ہوتا ہے) ایک قاعدہ کہیے ہے۔ اس قاعدہ پر فقهاء کرام نے بہت سے مسائل متفرع کیے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجیم نے ”الاشباہ والناظر“ میں، اس قاعدہ کے تحت جو فروع ذکر کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

”قاضیان نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ انگور کے شیرہ کی بیع، اس شخص کے ہاتھ جو اس سے شراب بناتا ہے۔ اگر تجارت کے قصد سے ہو تو حلال ہے اور شراب بنانے کی وجہ سے ہو تو حرام ہے۔“ (۱۹)

جس زمانہ میں گراموفون نیا نیا ایجاد ہوا تھا اور کشٹ سے استعمال بھی ہونے لگا تھا، اسی زمانہ میں متعدد حضرات نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے متعلق استفشاء کیا۔ یہ استفساء اور جوابات امداد الفتاویٰ کی جلد چہارم ص ۲۳۳ تا ص ۲۵۰ مرقوم ہیں۔ چند جوابات جستہ درج کیے جاتے ہیں۔ ان جوابات سے ٹوٹی وی کی نوعیت متعین کرنے میں بھی سہولت ہوگی۔

حضرت تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

”ادکام بھی شر کی ذات پر نظر کر کے مرتب ہوتے ہیں اور کبھی عوارض پر نظر کر کے اور ان دونوں قسم کے احکام بھی باہم مختلف بھی ہوجاتے ہیں۔ جیسے اگر اس آلہ من حیث الالہ کی ذات پر نظر کی جائے تو حقیقت اس کی بجانب نہیں۔ چنانچہ ضرب یا تریع یا غمز سے نہیں پختا۔ اور نہ اس میں کوئی خاص صوت ہے بلکہ یہ حکایت ہے اصوات کی، جیسے لند میں صدا یعنی آواز بازگشت کی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو کوئی بجانب نہیں کہتا۔ پس وہ حکم میں تابع ہوگی۔ صوت بھی عنہ کے۔ اگر صوت معاذف و مزامیر کی ہے۔ اس کے حکم میں ہے۔ اور اگر وہ غیر مشرع ہے یہ بھی مشرع۔ اگر وہ مشرع ہے۔ یہ بھی غیر مشرع ہے اخ۔“ (۲۰)

اسی سلسلے کے ایک اور فتویٰ میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو چیز اگرچہ بذاتِ جائز و حلال ہو جائز طریقہ سے بھی اس کا استعمال حرام تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے۔ اہل تلمیح سے مشابہت ہو جائے تو یہ چیز میں سداللہ رائج جائز و حلال سے بھی روکنے میں مؤثر ہوتی ہیں۔ لیکن یہ مفاسد، مفاسد عارضہ کہلاتے ہیں اور مفاسد عارضہ اور ضرورت کے درمیان تعارض پیدا ہو جائے تو فوراً منع کا حکم نہیں لگے گا۔ بلکہ تو اعد شریعہ کو دیکھ کر اور ان کی تحقیقات کر کے ایسی صورت حال اپنائی جائے گی۔

(۱۸) روا المختار علی الدر المختار۔ ۲۲۷/۵

(۱۹) الاشباہ والناظر مع شرح الحجوي۔ ۱/۲۲۶

جس سے مفاسد کا انسداد بھی ہوا اور ضرورت شرعیہ کی تحلیل بھی ہو جائے۔

پھر حضرت تھانویؒ نے آگے لکھا ہے کہ جہاں سداللہ رائے کسی چیز کی ممانعت کی جاتی ہے تو یہ اختیاطی حکم ہوتا ہے اور اس کی حفاظت و صیانت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی احוט کو تک کر دے تو نہ اس پر کوئی مواغذہ کیا جاسکتا، نہ اس کے ساتھ کسی قسم کی بدگمانی کی گنجائش ہے۔ (۲۱)

آخر میں حضرت تھانویؒ کی ہی ایک اور چشم کشا عبارت نقل کرنے کو تھی چاہتا ہے:

”اگر کسی جگہ بدعت ہی لوگوں کی حفاظت کا ذریعہ ہو جائے تو وہاں بدعت کو غیرمت سمجھنا پا ہے۔ جب تک کہ ان کی پوری اصلاح نہ ہو جائے۔ جیسے مردی میلا دشیریف کہ اور جگہ تو بدعت ہے مگر کائن میں چائز بلکہ واجب ہے۔ کیونکہ اس بہانے سے وہ بھی رسول اللہ ﷺ کا ذکر شریف اور آپ کے فضائل و معجزات سن تو لیتے ہیں تو اچھا ہے کہ اس طرح حضور ﷺ کی عظمت و محبت ان کے دلوں میں قائم رہے۔“ (۲۲)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ اس ترقی یا نتیجہ دور میں میدیا کو جو اہمیت حاصل ہے اور ذرائع ابلاغ جس طرح لوگوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ ٹی وی جیسے اہم ذریعہ ابلاغ کو آلہ الہو لعب قرار دے کر دامن جھنک کر کنارے کھڑے ہو جانا دلنش مندی نہیں بلکہ تو اعد شرعیہ کی روشنی میں حقائق تک پہنچ کر صحیح رہنمائی کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ بھی دیکھتا ہے کہ مفاسد عارضہ کیا ہیں اور ”ضرورت شرعیہ“ کیا ہے؟ اگر دونوں میں تعارض نظر آتا ہے اور فی الواقع کچھ اسی قسم کی صورت حال ہے تو تو اعد کی تحقیق کر کے احکام کو اپنے مدارج پر رکھنا وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

(۲۱) درج بالا سطور میں جو باتیں لکھی گئی ہیں وہ حضرت تھانویؒ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ ”امداد الفتاویٰ“، جلد چہارم ص ۲۵۰۔ ۲۵۱ پر الجواب سے جو مضمون شروع ہوا ہے، جس میں ابتداء اردو میں ہے پھر آخر تک عربی میں ہے اور یہی حصہ زیادہ ہے۔ ان دونوں حصوں کے مضمون کے خلاصہ کورا قم المعرف نے اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔

(۲۲) انفاس عیسیٰ۔ ص ۳۶۸ (جاری ہے)

## ندائے سحر

حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی ریڈ یو تکاریر کا قیمتی مجموعہ روزمرہ کی زندگی میں بہمہ و قوت رہنمائی کرنے والی تابندہ تحریریں

ضخامت: ۲۷۲ صفحات قیمت: ۱۲۰ روپے

صرف ۱۰۰ روپے کامنی آرڈر بکھج کر کتاب گھر بیٹھے حاصل کریں

رابطے کے لیے: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز۔ اے/۲۷۔ ناظم آباد نمبر ۲ کراچی فون: ۰۲۱-۵۵۸۲۷۹۰